Lesson 1: Yunus (Ayaat 1- 20): Day 4

سُوْرَۃُ یُوْنس کی تفسیر

آیت نمبر دس میں جو بات آتی ہے "وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تو آخری دعوٰہ یا آخری پُکار سے کیا مُراد ہے؟ تو اس بارے میں قرآن وسُنت سے جو چیز ہمیں پتہ چلتی ہے وہ کیا ہے کہ جب بھی انسان کو کوئی نعمت ملتی ہے تو اس کے منہ سے فوراً نکلتا ہے ؛

"سُبحانکَ اللّٰھُمَ" جیسے کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور ختم کرنے پہ "الحمدُللہ" کہتے ہیں۔لہٰذا نعمت کو پالینے کے بعد جو دل کی کیفیت ہوتی ہے وہ کیا ہے "الحمدُللہِ رَبّ العالَمیں۔ یہ جنت اللہ کے احسان سے ملی، ہماری کوششیں تو تھی ہی لیکن اگر وہ اسکی قدر دانی نہ کرتے تو ہم یہاں جنت میں نہ آسکتے اور شکر کے جذبے پیدا کرنا ہی عبادت کی اصل ہے۔اب اگلی آیات میں فرمایا ؛

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ

اور اگر جلد بازی کرتا اللہ لوگوں کو شر پہنچانے میں، جیسے وہ جلد بازی کرتے ہیں بھلائی کے لیئے۔ تو کیا ہو جاتا لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ تو (البتہ پوری کر گئی ہوتی انکی مدت معیاد) کریں کیا؟

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾

ہم چھوڑے رکھتے ہیں انکو جو توقع نہیں رکھتے ہماری ملاقات کی تاکہ وہ سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

اس آیت میں دو مختلف باتیں ہیں۔اور وہ کیا ہیں؟

1۔ بعض دفعہ انسان جلد بازی، لاعلمی، ناسمجھی کی وجہ سے اپنی زبان سے وہ الفاظ نکال لیتا ہے جو اس کے اپنے حق میں بدُعا بن سکتے ہیں۔ لیکن اُسکو پتا نہیں ہوتا کیوں کہ منافق غافل ہوتا ہے۔

وَلَوۡ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَيۡرِ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایک سُنت کا ذکر ہے، وہ کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ جتنی جلدی دعاوں کو سُنتا ہے، اتنی جلدی بدُعاوں کو نہیں سُنتا۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کی زبان سے نکلے ہوئے ہر کلمے کو فوراً سن لے تو بہت سارے لوگ اپنی زبان کی غلط باتوں کی وجہ سے کب کے ہلاک ہو چُکے ہوتے۔ انسان کو جذبات پہ قابو پانا سکھایا گیا۔

یہاں ایک خاص واقع بھی مکہ والوں کی طرف آتا ہے کہ جب نبی کریمؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو بعد میں ایک بہت بڑا قحط آیا جس نے انکی آنکھیں کھول دیں۔ انسان کی ذات پر جو غفلت کے پردے چھائے ہوئے تھے مُصیبتوں اور تکلیفوں کی وجہ سے چھٹنے لگے۔ لوگ سمجھ گئے کہ یہ سب اُنکی غفلت اور نافرمانی سے ہوا لیکن جونہی وہ عذاب ٹلا، اس کے بعد انکے کرتوت وہی ہونے لگے جو پہلے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غلط باتیں کرنے لگے۔ ان باتوں کو بنیاد بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حِلم ہے جو تمہیں فوراً نہیں پکڑتا۔ یا تو تمہیں مہلت دی جاتی ہے کہ ٹھیک ہو جاو، یا پھر سزا دی جاتی ہے کہ گناہوں کی list کو لمبا کر لو۔ اس لئے جب بات کرو تو سوچ کے کرو۔ اللہ کے فرشتے ہر بات کو لکھنے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے خیر کی بات کو شر کی بات پر غالب کر دیا۔

امام قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا" کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کی ہے کہ وہ کسی عزیز دوست کی بدُعا اسکے کسی عزیز دوست کے متعلق قبول نہ فرمائیں۔ اسی طرح سکالر کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو فرشتے کسی کی حاجت روائی پر مقرر ہیں یعنی اُنکی باتوں کو آگے لے کے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُنکو یہ ہدایت کر رکھی ہے کہ میرا بندہ رنج اور غصہ میں جو بات کہے اُسے مت لکھو۔

اگر ہم اپنے ایک دن کے بولے ہوئے جُملے نوٹ کر لیں کہ ہم بچوں کو کیا کہہ رہے ہوتے ہیں کمبخت، بدبخت، یہ کوئی عام بات نہیں ہے یہ ایک بدُعا ہے۔ بعض دفعہ لوگ بچوں کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ "تم تو نہ ہی پیدا ہوتے" اس طرح کی باتیں منہ سے نہیں نکالنی چاہیئں۔ آپ کسی بھی زبان میں بات کریں، فرشتوں کو سب سمجھ آتی ہے۔ اس لیئے انسان کو سوچ کے بولنا چاہیئے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا "اپنی اولاد اور مال کے لیئے بدعا نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ وہ قبولیت کی گھڑی ہو اور تم پکڑ میں آجاؤ"۔ انسان کا دل کبھی تنگ یا دُکھا بھی ہوتا ہے۔ تو عمل کی بات یہ نکلتی ہے کہ کم بولیں۔ کبھی آپ جذبات میں زیادہ بول جائیں تو منہ سے اول فول بولنے لگتے ہیں اور اگر زیادہ خوشی میں بولیں تو کفریا کلمات نکلنے لگتے ہیں۔ جذبات میں بولیں گے تو فُحش گالیاں بولیں گے، غم میں آئیں گے تو ڈیپریشن کی وجہ سے مایوسی کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔

تو جب ایسے وقت میں اللہ تعالی انسان کو موقع دیتے ہیں فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہو۔ انسان پر جب بھی کوئی مشکل آتی ہے مثلاً کوئی آسمانی آفت آگئی، سیلاب، زلزلہ آگیا تو اس کے بعد بھی دو قسم کے لوگ سامنے آتے ہیں۔ ایک وہ جو کہتے ہیں کہ یہ ضرور کوئی ہماری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب ایسے لوگ اللہ سے معافی مانگ لیتے ہیں تو اللہ اُنہیں معاف کر دیتا ہے۔ کچھ دوسری قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ اللہ نے یہ عذاب کیوں بھیجا۔ نعوذُ باللہ، اللہ ظالم ہے۔ یہ دو طرح کے کردار کے لوگ اپنے لیئے دو راستے منتخب کرتے ہیں۔ اللہ کی ذات اپنے بندے کے ساتھ بہت رحم والا معاملہ کرتی ہے۔ ورنہ تو انسان کب کا اس دنیا سے جا چُکا ہوتا۔ پھر اسی بات کو آگے بڑھایا گیا۔

وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ جب بھی لفظ انسان آئے تو فوراً اپنے ساتھ لے کے دیکھیں کیا یہ میری کہانی تو نہیں بیان ہورہی۔ جب انسان کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہوتا ہے۔ کیا؟

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اُٹھتے، بیٹھتے، کھڑے، لیٹے ہر حال میں ہمیں پکارتا ہے۔ تسبیحات بھی نکل آتی ہیں، جائے نماز بھی ڈھلنے لگتے ہیں۔ ہر وقت دل میں یہی ہوتا ہے اللہ ہمیں معاف کر دے۔ کسی سے بات بھی کریں تو یہی کہیں گے کہ ہمارے لئے دُعا کریں کہ اللہ ہمیں معاف کر دے۔ کوئی وظیفہ بتادیں کہ اللہ ہماری اس تکلیف کو دور کر دے۔ یہ فطرت کی پُکار ہے۔ یہ کوئی نیکی کی بات نہیں۔ یہ ہر انسان کی عادت ہے۔ جس طرح پانی کو اُوپر سے نیچے پھینکیں تو نیچے ہی گرے گا۔ اسی طرح انسان جب بلندیوں سے پستیوں کی طرف آتا ہے، صحت سے بیماری کی طرف آتا ہے تو فطری طور پر اُس کے دل میں اللہ کی طلب بڑھتی ہے اور اُس کو پتہ چل جاتا ہے کہ کوئی ذات ہے جس نے مجھے اوپر سے دھکا دیا ہے۔ لہٰذا اُسکو پُکاروں۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟

فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ--- کہ جب ہم اسکی بیماری، تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو اسطرح منہ پھیر کے چل پڑتا ہے کہ جیسے کبھی ہمیں پُکارا ہی نہ تھا۔

بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ہم سب چیک کریں کہ خوشیوں میں ہمارے کیا حالات ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں بعض دفعہ لوگ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ اُس رب سے اور بھی ضرورت ہے اور بھی دعائیں قبول کروانی ہیں۔ یا جو مصیبت ٹل گئی وہ دوبارہ بھی آسکتی ہے۔ ایسا انسان خود اللہ تعالیٰ کو چیلنج کر رہا ہوتا ہے کہ آؤ ہمیں پکڑو اور پھر ہم تمھیں یاد کریں۔

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اسطرح ہم نے آراستہ کر دیا کہ حد سے بڑھنے والوں کے عمل جو وہ کیا کرتے تھے۔

سارے نہیں صرف حدوں سے آگے جانے والے۔ مُصرِف، حدوں سے آگے جانے والے، بے اعتدالی کے خو گر۔ انکی بگڑی ہوئی فطرت، یہ اپنی شخصیت کو مسخ کر دیتے ہیں اور انکی ذہنیت اتنی خراب ہو چکی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں نہ خوشی میں خُدا یاد اورنہ غم میں۔ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ دونوں چیزوں میں اپنی ہی بڑائی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دوری ہی انکاروبہ ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی حالت پہ افسوس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ--- اور اسی طرح ہم نے ہلاک کر دیا کئی قرنوں کو۔

"قرون" قرن کی جمع ہے۔ یعنی ایک دَور کے لوگ،

ایک generation کے لوگ۔ کہا! ہم نے کئی قرون دنیا میں تم سے پہلے بنائے۔ پھر کیا ہو؟

لَمَّا ظَلَمُوْا۔ اُنہوں نے ظلم کیا، یہاں لَمَّا ظَلَمُوْا سے کیا مُراد ہے شرک، اُنہوں نے شرک کیا۔ پھر کیا ہوا؟

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ اور آئے اُن کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر۔ لیکن ان کا حال کیا تھا؟ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ۔ وہ نہ تھے ایسے کہ ایمان لے آتے، مان جاتے۔ رسول پُکارتے رہے، یہ سن ہی نہیں رہے تھے۔ ہوا کیا؟

كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں مجرم قوم کو۔

پھر کیا ہوا؟ ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ پھر ہم نے تم کو بنایا۔ تم سے مراد ہر دور کے لوگ۔ کیا بنایا؟

خَلٰٓئِفَ فِي الۡاَرۡضِ۔۔زمین میں خلائف، خلیفہ کی جمع ہے۔ باقی رہنے والا، اُس کے بعد آنے والا، یعنی ایک نسل سے دوسری نسل میں بعد میں آنے والا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ انکے بعد، وہ چلے گئے تو اُن کی جگہ تم آ گئے گذشتہ اُمتوں کے جانشین بن کر۔ کیوں آئے؟ لِنَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ۔ تاکہ ہم دیکھیں کیسے عمل کرتے ہو۔

یعنی تم میں سے ہر ایک under investigation ہے۔ اُسکو پتہ ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ ہے جو کہ آج کے دور میں بہت ہی زیادہ ہے۔ بچوں کو اسلامی سکولوں میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ انسان جب پیدا ہوا تو شرک پہ تھا۔ حضرت آدم پیدا ہوئے، پھر اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے درخت کو دیکھا تو کہا یہ خدا ہے جس چیز سے فائدہ ہوا اُسے خُدا بنالیا۔ یعنی انسان by birth مُشرک ہے۔ اسلام میں، "توحید" بدعت ہے۔ کہتے ہیں "اسلام" پُرانا دین ہے اور paigan religion شروع سے ہے۔ اگر آپ یونانی تہذیب پڑھ کے دیکھیں تو آپ کو فرسودہ کہانیاں ملیں گی کہ سب سے پہلے بُت پرستی شروع ہوئی۔ کہتے ہیں کہ یہ کیا نیا اسلام لے آئے ہیں۔ جیسے آج اگر کوئی یہ کہے کہ صرف ایک اللہ کو مانو، تو کہتے ہیں دیکھا وہابی ہو گیا ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ازالہ کر دیا کہ ہم نے سب انسانوں کو ایک گروہ بنایا تھا۔ سب ایک اُمت تھے، سب ایک ہی عقیدے پر تھے۔ یہاں سے لفظ "اُمت" کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ جو چیز لوگوں کو آپس میں جوڑتی ہے وہ نظریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رنگ، نسل کی بنیاد پر تقسیم نہیں کیا۔ کہ گورا، کالا، عربی، عجمی بلکہ نظریہ، ہم خیال لوگ، سب ایک راہ پر تھے۔

پھر لَمَّا ظَلَمُوْ پھر شرک ہوا۔ روایات میں یہ بات آتی ہے کی حضرت آدم اور حضرت نوحؑ کے بیچ میں دس "قرن" گزرے۔ اسی دوران لات، منات، عُزیٰ، نصر نام کے بزرگ گذرے، وقت کے ساتھ مرتے گئے تو شیطان نے دھوکا دیا کہ ان کے بُت بنالو تاکہ تمہارے گھروں میں برکت رہے۔ جب یہ سب ہو چُکا تو پھر یہاں سے "بُت پرستی" شروع کی۔

جب انسان پیدا ہوا تو "توحید" پہ تھا۔ حضرت آدمؑ سے غلطی ہوئی تو انہوں نے کیا دعا مانگی؛

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (23) اے ہمارے رب، انہیں پہلے سے پتا تھا کہ "رب" ہے، وہی گناہوں کی معافی دے گا، اُسی سے مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم سب نسل در نسل آئے۔ تم سے پہلے اور بعد میں کتنوں کو بھیجا۔ تو تمہیں کیوں بھیجا لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اس سے یہ بات پتا چلتی ہے کہ ہر نسل پر کھی جارہی ہے۔ کیوں فخر کرتے ہو۔ اگر اقتدار مل گیا تو کوئی فخر کی بات نہیں۔ بڑا بھاری بوجھ ہے، بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ تمہیں انسان ہونے کے ناطے بھی اس میں "خلیفہ" بنایا ہے۔ اگر کوئی عہدہ، کوئی وزارت مل گئی ہے تو اکڑتے کیوں ہو۔ تم سب دیکھے جارہے ہو کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ ایسے لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہے

وَإِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں۔ کون سی؟

بَيِّنٰتٍ۔ کُھلی، روشن آیتیں۔ یہ ہمارے کُھلے معجزات دیکھتے ہیں۔ یہاں آیتوں سے مراد قرآنی آیتیں ہیں۔ جب ایسی آیتیں ان کے اوپر پڑھی جارہی ہوتی ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں توقع رکھتے تھے ہماری ملاقات کی۔

سورۃ یونس میں آپ یہ انداز بار بار دیکھیں گے کہ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا۔ پوری سورت اس سوچ کو واضع کرتی ہے کہ جن قوموں کو اللہ سے ملاقات کا شوق نہیں رہتا پھر ان کا رویہ قرآن کی آیتوں کو سن کر کیا ہوتا ہے ''ائْتِ'' لے آؤ، کیا ''بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ ''اس قرآن کے علاوہ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ کوئی اور قرآن اور اگر نہیں لا سکتے تو اسی کو بدل دو۔ مطالبہ ہو قرآن کو بدلنے کا۔ کہتے تھے یہ قرآن بڑا سخت ہے، بڑا مشکل ہے، تم مسلمان کس طرح کی باتیں کرتے ہو۔ ہمیں یہ قرآن نہیں چاہیئے۔ تو نبیؐ کیا جواب دیتے ہیں۔ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ کہہ دیجیے مجھے یہ اختیار نہیں کہ میں اپنی مرضی سے اس میں کوئی ردوبدل کروں۔

یہ نبیؐ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپؐ کہہ دیں؛ اسے اللہ نے سکھایا ہے کیا اِنْ اَتَّبِعُ نہیں پیروی کرتا میں اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ ۚ مگر اُسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یعنی میری کوئی مرضی نہیں چلتی، میں تو وحی کا غلام ہوں۔ جو وحی آتی ہے مجھے اسے ماننا ہوتا ہے۔ دوسری بات اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کردوں تو ایک بڑے دن کا عذاب پہنچے گا۔

یعنی اگر میں تمھارے کہنے پہ اس میں کچھ ادل بدل کر دوں تو مجھے اس بات کو ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے میں اللہ کی ناراضی کا شکار ہو جاوں گا۔ اگر اس آیت کے text پہ غور کریں تو بات بالکل واضع ہے۔ جب نبیؐ نے کلام پیش کیا تو قرآن لوگوں کی خواہشات پر پابندی لگا رہا تھا۔ انکی روایات کی غلامی سے اُنکو نکال رہا تھا۔ ان کے رسم ورواج سے ٹکرا رہا تھا۔ انکے معاشرے، رہن سہن کے طریقوں سے ایک مختلف رواج دکھا رہا تھا تو لوگوں کو پریشانی ہو گئی کہ بہت rigid قرآن ہے۔ ہمیں تو کوئی وہ قرآن

دکھاؤ۔ جس سے کچھ ہماری چلے کچھ رب کی چلے۔ کچھ خُدا پرستی کرلیں، کچھ خود پرستی کرلیں۔ کچھ سُنتوں کی بات کرو، کچھ ہماری رسم ورواج کی گنجائش نکالو۔ ہمیں یہ روکھا پھیکا قرآن نہیں چاہیئے۔ کل بھی یہی بات تھی آج بھی یہی باتیں ہیں۔ جو لوگ اس قرآن کو اپنی زندگیوں میں نہیں لانا چاہتے وہ انکار تو نہیں کرسکتے لیکن کہتے ہیں کہ دوسرا لاؤ۔ جو آج کے حالات کے مطابق چلنے والا ہو۔ جو سود کو، شراب پینے کو حلال کردے۔ جو عورت اور مرد کے فرق کو ختم کردے۔ یہ کیا 1400 سال پرانی کتاب لا کے ہمیں بتاتے ہو۔ جیسے اقبال نے کہا تھا

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

آج بھی ایسی آوازیں اُٹھتی ہیں۔ کبھی اجتہاد کے نام پہ تو کبھی وحدتِ ادیان کے نام پہ کہ سارے مذاہب کو ایک بلینڈر میں ڈالو اور بلینڈ کرکے ایک ایسا مذہب بنادو جو سب کے لیئے قابلِ قبول ہو۔ جو چُبھے نہ، نہ کسی کے حلق میں اٹکے بلکہ سیدھا soft اسلام کی ایک smoothy بنادو، یہی بات اکبر الٰہی کے دور میں اُٹھی تھی اور یہی باتیں آج وحدتِ ادیان کے طور پر ہیں۔ لوگوں کو سیدھا، سچا قرآن برداشت نہیں۔ کیوں کہ یہ انسان کی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کرنا چاہتا ہے۔ یہی بات بعض دین داروں کے لیئے فتنہ بن گئی۔ وہ کہتے ہیں کیا حرج ہے، تھوڑی سی تبدیلی کرلو۔ زیادہ لوگ ماننے لگ جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پیغام دے رہے ہیں کہ تم کتنا بھی کتاب کو بدل لو یہ پھر بھی نہیں آئیں گے۔ کیونکہ جو لوگ ماننے والے ہوتے ہیں وہ اتنی باتیں نہیں پوچھتے۔ وہ تو "سمِعنا وَ اَطَعنا" والی کیفیت میں ہوتے ہیں۔ وہ اٰمَنَّ کے بعد صَدَّقنَ کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔ لیکن شیطان دھوکہ دیتا ہے۔ ہماری زندگی میں یہ موڑ آسکتا ہے۔ جب بھی اللہ کی بات کرنے جائیں

ہمارے سامنے دو محاذ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ایک یہ کہ ایسی بات پیش کرو جسے معاشرہ، دنیااور دین والے بھی قبول کریں۔ نتیجہ کیا نکلے گا کہ سب آپکو سُننے آجائیں گے۔جو تو اپنے لیئے کھڑا ہو گا اسے شہرت مل جائے گی۔ جو پیسے کے لیئے کرے گا اُسے پیسہ مل جائے گا۔اللہ اپنے نبیؐ کے ذریعے ہم سب کو پیغام دیتے ہیں۔ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ۔یہ قرآن کوئی تبدیل کرنے والی چیز نہیں۔اس سے یہ بھی پتہ چل جاتاہے کہ قرآن "نبیؐ" کا کلام نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے تبدیل کر دیں۔اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ایک گھڑی ہے۔ آپ نے ٹائم سیٹ کیا کہ نو بجے یہاں پہنچنے کا وقت ہے۔اب ایک آیااور اُس نے کہا کہ یہ کیا آپ کی گھڑی پہ ٹائم سیٹ ہے کہ نو بجے پہنچو۔ مجھے تو 9:10 سوٹ کرتاہے اس لیئے آپ اس گھڑی کو 10 منٹس آگے کریں۔ آپ سوچتے ہیں کہ ان کا آنا چونکہ بہت ضروری ہے، چلیں گھڑی کو آگے کر دیتے ہیں۔اب ایک اور شخص آیا۔اس نے کہا کہ مجھے تو 9:15 سوٹ کرتاہے،اس گھڑی کو آگے کرو۔اسی طرح 3،4 لوگ یہی مطالبہ کریں تو کیا گھڑی کا standard قائم رہے گا۔ نہیں۔۔بالکل ایسے ہی قرآن کا معاملہ ہے۔ہم اس کو نہیں بدل سکتے۔ مانیے کہ ہم عمل نہیں کرتے۔میرے عمل میں کمی ہے۔جب دیندار لوگ عمل نہیں کرپاتے اور کہتے ہیں کہ کرلو، ہمیں پتاہے کہ آج کے دور میں ہر بات پہ عمل کرنا مشکل ہے تو پھر جو لوگ دینداروں کو خُدائی کے درجے پہ لیئے ہوتے ہیں اُنکو یہ بات مل جاتی ہے کہ جب ان لوگوں کے لیئے عمل مشکل ہے تو ہم بھی نہیں کرسکتے۔اس سے کیا ہوا کہ لوگ عالموں کی پوجا کرنے لگے۔اگر آپ یا آپ کے گھر والے کسی دین کی بات پہ عمل نہیں کر رہے تو کیا آپ یہ کہنے لگ جائیں گے کہ "میرے تو گھر والے نہیں مانتے" تو تم بھی کرلو تو یہ ہوتاہے مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ۔

اسکی اجازت نہیں ہے۔ صحت مند رویہ کیا ہے کہ آپ مت چھُپائیں، صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ میں پوری کوشش کر رہی ہوں لیکن گھر والے، شوہر، بچے نہیں مان رہے۔ آپ میرے گھر والوں کو مت دیکھیں۔ جب گھڑی کا standard fix ہوتا ہے تو لوگوں کو خود ہی شرم محسوس ہونے لگتی ہے اور پھر وہ خود ہی وقت پہ آنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ہے پیغام ان لوگوں کے لیئے جو آج دین کو چوں چوں کا مربہ بنائے ہوئے ہیں۔ انداز اچھا رکھیں۔ نرم مزاجی سے، تحمل مزاجی سے بات کریں لیکن اصولوں پہ سمجھوتہ نہیں کرنا۔ تو یہاں اللہ کے نبیؐ کے ذریعے بتا دیا گیا کہ یہ میرا کلام نہیں ہے کہ میں اسکو بدلوں۔ جب تک اللہ کا حکم نہ ہو۔ جب اللہ ناسخ یا منسوخ کا حکم دے تو تب صرف حکم بدلا جا سکتا تھا۔ تو ہم پہ لوگوں کو منوانے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہمارا کام صرف پیغام دینا ہے۔ اسے ڈھیلا نہ کریں۔ لیکن لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ Romans نے توحید کو کس چیز میں بدلا، عیسائیت میں trinity کیسے آئی۔ ہم نے سورۃ مائدہ میں پڑھا ہے کہ انہوں نے Greek کے نظریات کو اس میں شامل کر دیا۔ تو فرمایا گیا کہ جو مرضی کرتے رہو میرا کردار بے داغ ہے۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ ۞ کہہ دو کہ اگر خدا چاہتا تو (نہ تو) میں ہی یہ (کتاب) تم کو پڑھ کر سناتا۔

یعنی یہ جو تمہیں غم لگ گیا ہے کہ نبی نے تو آ کے ہماری زندگیوں کو غموں سے بھر دیا ہے۔ یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے جو میں تمہیں یہ سب پڑھ کر سُنا رہا ہوں۔ میں اپنی مرضی سے نبیؐ بن کر نہیں آیا۔ مجھے اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ اور نہ تمہیں آگاہ کرواتا، تمہیں اب بھی نہ بتاتا، تم سوتے رہتے، غافل رہتے،

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں

تم نے مجھے حلیمہ سعدیہ کی گود میں دیکھا، عبد لمطلب کی گود میں دیکھا۔ تمہیں تو میرا بچپن، جوانی سب کچھ پتا ہے۔

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶﴾ کیا تم عقل نہیں رکھتے کہ میرا کردار بے داغ ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی راگ رنگ کی محفلوں میں شرکت نہیں کی۔ تم نے مجھ میں ایسا کیا عمل دیکھا کہ مجھ سے ایسی اُمید لگالی کہ میں تمہاری بات مان لوں۔ میں تو جب سے بیٹھا ہوں اللہ کی ہی بات کر رہا ہوں۔

یہ دعویٰ صرف نبیؐ ہی کر سکتے ہیں۔ آج دین کی دعوت دینے والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن کو الحمدُللہ شروع ہی سے دیندار ماحول ملا۔ ماں باپ نے فطرت کی حفاظت کی۔ اور اس کے نتیجے میں شروع ہی سے گُناہوں سے دور رہے۔ اس میں نبیوں کا بڑا کردار ہوتا ہے۔ اسکو "عصمتِ انبیاء" کہتے ہیں۔ وہ شروع سے ہی شرک سے بیزار ہوتے ہیں۔ جیسے نبی کریمؐ نے نبوت سے پہلے بھی کبھی غیروں کا ذبیحہ نہیں کھایا۔ بتوں کے بھینٹ چیزیں نہیں چڑھائیں، نظر و نیاز نہیں مانی۔ ایک موقع پر جوانی کے دنوں میں آپؐ نے خواہش کی کہ میں بھی دیکھوں کہ لوگ شادیوں میں کیا کرتے ہیں تو عین وقت پہ آپؐ سو گئے۔ جب اُٹھے تو سورج نکل آیا تھا۔ دوبارہ ایک موقع پہ ایسا ہوا۔ اللہ بچا لیتا ہے۔ جو لوگ آج دین کی خدمت کر رہے ہیں شکر کریں کہ اللہ نے اُنہیں بچایا ہوا ہے۔ کتنے ایسے مبلغین ہیں جو بے چارے کفر سے دین کی طرف آتے ہیں۔ تو کل جب وہ دین سکھائیں گے تو کیا کہہ سکیں گے کہ ہمارا ماضی بے داغ ہے۔ کپڑا اُٹھائیں گے، کتنے داغ کھلیں گے۔ وہ تو ہر وقت یہ دعا کریں گے کہ یا اللہ قرآن پڑھنے سے پہلے کے گناہ میرے راستے کی رکاوٹ نہ بن جائیں۔ لیکن اللہ کے نبیؐ

کہہ رہے ہیں کہ میں تم میں رہا لَبِثْتُ فِيْكُمْ۔ ''لَبِثْتُ'' کا مطلب ہوتا ہے طویل عمر ٹھہرنا، فِيْكُمْ کہتے ہیں انتظار میں ٹھہرنا۔ کتنی دیر ٹھہرے تھے؟ نبوت سے پہلے چالیس سال ٹھہرے تھے۔ ہر ہر بات سے باخبر تھے، صادق و امین تھے۔ اگر میں نے اپنی خواہشات کو دین بنانا ہوتا تو مجھے کیا ضرورت تھی ڈھونگ رچانے کی کہ فرشتہ آیا اور غارِ حرا میں اقراء۔۔۔ کی بات کی۔ میں پہلے سے باتیں بنالیتا۔ چالیس سال تک میں نے کیوں اتنا انتظار کیا۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں جھوٹا نبی ہوں تو یاد رکھو

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا پر جھوٹ افترا کرے

مراد کیا ہے کہ میں آج جھوٹی نبوت کا دعویٰ کروں تو مجھ سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں۔ یہ اس آیت کا پہلا حصہ ہے۔ اس میں ''مَن'' اللہ کے نبی کی طرف اشارہ ہے۔ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اس سے مراد لوگ ہیں۔ تم کہتے ہو کہ میں خواہ مخواہ بڑا بن کے آگیا ہوں، اپنے پاس سے باتیں بنا کے سُناتا ہوں۔ اگر مان بھی لو یہ ٹھیک ہے تو مجھے کیا سزا دو گے۔ مجھے پتہ ہے کہ میں حق کہہ رہا ہوں، جو کہہ رہا ہوں اللہ کی طرف سے عقل اور دلیل کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ اب تم سوچو کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ تم اُن آیتوں کو جھُٹلا رہے ہو جو اللہ تم تک پہنچا رہا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا رہا ہے کہ مان لو کہ تم جھوٹے ہو اور اپنی اصلاح کر لو۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ بے شک گنہگار فلاح نہیں پائیں گے۔

جرم کرنے والوں کی زبانوں سے اللہ تعالیٰ سچ نہیں اُگلواتا۔ اگر یہ لوگ کوشش کر کے کوئی سچی جھوٹی بات کر بھی دیں تو کسی کے دل پہ اثر نہیں کرے گی۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ۔۔۔

اور یہ (لوگ) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ۔۔۔ کہہ دو کہ کیا تم خدا کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں۔

یعنی ایسی بات کرتے ہو جس کا اللہ کو بھی نہیں پتہ۔ تم جھوٹ بول رہے ہو کہ یہ دیویاں بچالیں گی۔ یہ داتا بخش ہیں، یہ بیٹے دینے والے ہیں۔ کیا یہ اللہ کو بھی نہیں پتا؟

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔

اللہ کو ساری خبریں ہیں۔ وہ ان سب چیزوں سے پاک ہے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور (سب) لوگ (پہلے) ایک ہی اُمت (یعنی ایک ہی ملت پر) تھے۔

یہ بات پہلے بھی ذکر ہو چکی ہے کہ شروع میں سب لوگ ایک اُمت تھے۔ توحید پر تھے حق پر تھے۔ اللہ کو ایک مانتے تھے۔ پھر کیا ہو؟ فَاخْتَلَفُوْا ؕ باہم اختلاف کرنے لگ گئے۔ بجائے اللہ کی بات ماننے کے اختلاف شروع کر دیا۔ ابنِ عباس فَاخْتَلَفُوْا کی تفسیر کرتے ہیں کہ "اَشراکُ"۔ توحید پر تھے لیکن اس کے بعد لوگوں نے شرک شروع کر دیا۔ اس طرف اشارہ ہے جو حضرت نوحؑ کے دور میں ہوا۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر ایک بات جو تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہو چکی ہے نہ ہوتی (کیا بات)؟

کہ اللہ دنیا میں لوگوں کو فوراً نہیں پکڑتا۔ اگر اللہ نے یہ لکھ نہ لیا ہوتا کہ فوراً نہیں پکڑنا، اگر یہ فیصلہ نہ کر لیا ہوتا کہ الوگوں کو حقیقت بتا کر امتحان لینا مقصود ہے۔ اللہ کی ذات پردے میں ہے۔ اگر یہ سب نہ کیا ہوتا تو کیا ہوتا؟

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں ان میں فیصلہ کر دیا جاتا ۔ یعنی سب کو مٹا کر ختم کر دیا جاتا اور صرف اللہ کو ماننے والے رہ جاتے۔ کیا پتہ چلا کہ اللہ مشرکوں اور کافروں کو بھی موقع دیتا ہے کہ اپنی اپنی رائے پیش کرو۔ اگر سورج بادلوں میں چھُپا ہو اور کوئی پوچھے کہ سورج ہے تو سب اپنی اپنی رائے دیں گے کہ ہے یا نہیں لیکن اگر بادل نہ ہوں تو سب کہیں گے کہ ہاں سورج ہے۔ کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔ تو یہی قیامت کے دن ہونے والا ہے۔ آج اللہ کی ذات پردوں میں چھُپی ہوئی ہے۔ سب نے اپنے اپنے خُدا بنائے ہوئے ہیں۔ کل جب غیب کے پردے چھٹیں گے تو سب کی زبان پر ایک ہے لفظ ہو گا لا اِلہ الا اللہ۔۔۔۔۔۔۔ دنیا میں جب کہا جاتا تھا تو مانتے نہیں تھے۔ کیا؟

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی۔ یہ کس نشانی کی بات کر رہے تھے؟ 6666 نشانیاں لینے کے بعد بھی انکو نشانی چاہیئے۔

کیا اقراء۔۔۔۔۔۔۔۔کی پانچ آیتیں نشانیاں نہیں تھیں۔ لیکن ان آیات کی نشانیوں کو جھُٹلانے کے لیئے معجزات کی نشانیاں مانگتے تھے۔ آیاتِ "قونی" میں سے نشانیاں مانگتے تھے۔ صفاء پہاڑ سونے کا بن جائے، کنوئیں نکل آئیں، ہمارے مردے ہم سے باتیں کرنے لگ جائیں۔ تو کہو!

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾

کہہ دو کہ غیب (کا علم) تو خدا کو ہے سو تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں

کس بات کا انتظار؟ تم اپنے اوپر عذاب آنے کا انتظار کرو اور میں تمہارا بُرا انجام دیکھنے کا انتظار کرتا ہوں۔ اور میں اس بات کا انتظار کروں کہ جب غیب کا پردہ ہٹے گا تو تمہاری جبینیں جھکنا چاہیں گی تو جُھک نہیں سکیں گی۔

آپ دیکھیں کہ کتنی ہٹ دھرمی کی بات ہے کہ اتنا کچھ پتہ چل جائے تو بندہ پھر بھی نہ مانے۔ سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ یونس تک ہم تقریباً 1000 آیات پڑھ چُکے۔ اتنا پڑھنے کے بعد آپ میں سے اگر کوئی یہ کہے کہ، کوئی دلیل دیں کہ آپ ٹھیک پڑھا رہی ہیں، آپ کس کی شاگرد ہیں، کس مدرسے سے فارغ شدہ ہیں، تو پھر انکو کہیں کہ آپ اپنی لیئے دعا کریں کہ آپ اتنی بھولی ہیں کہ 1000 آیات پڑھ کے بھی اپنے اُستاد کے عزائم کا پتہ نہیں چلا تو پھر باقی کی 5000 آیات پڑھ کے بھی پتہ نہیں چلے گا۔ یہ ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ اللہ کے نبیؐ دنیا سے جا چکے ہیں۔ دوبارہ نہیں آئیں گے لیکن صرف آپ سب کا شعور بیدار کرنے کے لیئے ایک مثال دیتی ہوں کہ تصور کیجیئے کہ اللہ کے نبی اس شہر میں آئے ہیں۔ آپ سوچتے ہیں کہ اتنی بڑی خبر سُن کر تو سب مسلمان آئیں گے بلکہ ہو سکتا ہے

اپنے ساتھ کچھ غیر مسلم دوست بھی لے آئیں۔ آپ ایک بہت بڑے ہال کا انتظام کرتی ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ تمام کے تمام مسلمان آئیں گے۔ اللہ اکبر نہیں آئیں گے۔ نبی ﷺ آ کے بیٹھے ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کوئی نشانی دکھائیں۔ شکر ہے کہ آج اللہ کے نبیؐ نہیں ہیں، کتنے صدموں سے اللہ نے اُنکو بچالیا۔ اگر آج بھی اللہ کے نبیؐ دنیا میں آ جائیں تو نبی کی جھوم جھوم کے قوالیاں پڑھنے والے، ہر وقت نبیؐ کی محبت کے دعوے کرنے والے۔ نعتیں پڑھنے والے بھی کہہ دیں گے "معاف کیجئیے گا چھُٹی نہیں ملی۔ کاروبار ہے، بچی کی شادی ہے" کوئی بات نہیں آپکی باتیں لکھی ہوئی ہیں ہمارے پاس، حدیثوں میں پڑھ لیں گے۔

کوئی نہیں پڑھتا نہ کسی نے آج تک پڑھی ہیں۔ اور جنھوں نے ماننا ہے وہ "اٰمنّا۔۔۔۔۔ والے بنے۔ وہ نبیؐ کے دور کے لوگ تھے۔ دعا کریں کہ ماننے والے بن جائیں۔ جھوٹی حجتیں، تاویلیں کرنے والے نہ بن جائیں۔ ایسی باتیں نہ کریں کہ جس سے ہمارا اپنا ایمان خطرے میں پڑ جائے۔ اللہ ہمیں عمل کرنے والا بنائے۔ آمین